پروفیسر سید جعفر رضا

اسلامی فرقے

(مختلف اسلامی مسالک کا اجمالی تعارف)

مہدیین:

مہدیین، عربی جمع (واحد مہدی) ہادی، رہنما، پیشوا، اور رہبر یا امام آخر جن کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا۔ مہدیین کوئی ایک مسلک یا فرقہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مختلف شخصیتیں ہیں، جو امام آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کرتی رہیں جن کے متبعین کی الگ الگ جماعتیں ہیں۔ ان مہدیین میں بعضوں کے دعوے محض امام ہونے تک محدود رہے لیکن بعضوں نے امام کے علاوہ رسول ہونے کا دعویٰ بھی کرتے رہے ہیں۔

اسلام کا قطعی قانون ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں۔ ان کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس لیے وہ مہدیین جو امامت کے علاوہ نبوت و رسالت کے دعویدار ہیں، ان کے دائرہ اسلام میں باقی ہونے میں کلام کیا گیا ہے حالانکہ ان مہدیین کی اپنی دلیلیں اور براہین ہیں، جن پر تفصیلی بحث کا یہاں موقع نہیں۔ ہم نے ان کو اسلامی فرقوں میں محض اس بنا پر شمار کیا ہے کہ وہ خود کو اسلامی فرقہ کہتے ہیں۔

مہدی موعود کے بارے میں قرآنی آیات سے دلیل پیش کی جاتی ہے:

ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ (اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے: التوبہ ۹/۳۳) یہ آیت کئی بار نازل ہوئی جس میں دین حق کو تمام دیگر ادیان پر غالب آنے کی خبر دی گئی۔ (الفتح ۴۸/۲۸، الصف ۶۱/۹) مفسرین کا بیان

ہے کہ اگرچہ حیات پیغمبر میں اسلام ساری طاقتوں پر غالب آچکا تھا لیکن دیگر طاقتوں کا خاتمہ مہدی موعود کے ذریعہ ہوگا، جس کی اس آیت میں بشارت دی گئی۔ دوسری جگہ مہدی موعود کو بقیت اللہ (اللہ کی طرف کا ذخیرہ: ھود ۱۱/۸۶) کہا گیا، جس سے ثابت ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بچا کر غیب میں رکھا ہے، جو وقت مقررہ پر ظہور کرے گا۔ اس کے دور میں دین اسلام کا غلبہ ہوگا۔ اور خوف امن میں تبدیل ہوجائے گا:

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم۔ (اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کردے گا: النور ۲۴/ ۵۵)

اسلامی عقاید وافکار میں تصور مہدی پر احادیث میں بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں بعض عقاید وافکار مختلف فرقوں کے درمیان مشترک ہیں اور چند تصورات کسی فرقہ سے مخصوص ہیں۔ ذیل میں ان عقاید وافکار کا ذکر کیا جاتا ہے، جو اہل تشیع واہل تسنن کے درمیان فرقہ سے مخصوص ہیں:

۱۔ امام مہدی بنی فاطمہ سے ہوں گے، ان کا نام محمد ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوں گے۔ (النور ۲۴/۵۵)

۲۔ امام مہدی بقیت اللہ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے بچا کر رکھا ہے۔ (ھود۱۱/ ۸۶)

۳۔ امام مہدی دین حق قائم کریں گے۔ دیگر ادیان پر غالب ہوں گے۔ (النور ۲۴/ ۵۵)

۴۔ امام مہدی دنیا میں امن وامان قائم کریں گے۔ (النور: ۲۴/۵۵) ان کی حکومت کی مدت سات، نو یا انیس سال ہوگی۔

۵۔ امام مہدی قیامت سے قبل ظہور کریں گے۔ ان کے علم کا رنگ سیاہ ہوگا جو

خراسان میں بلند ہوگا۔ اگر تم سیاہ علم دیکھو تو اس کے پاس پہنچو خواہ تمھیں برف پر رینگنا پڑے کیونکہ اس کے ہمراہ امام مہدی ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے نائب غیب ہوں گے۔

۶۔ امام مہدی کے زمانہ ظہور میں دجال یک چشم ہوگا، جو مشرق میں ہوگا۔ اسی زمانہ میں سفیانی اور یمنی بھی ہوں گے۔

۷۔ امام مہدی کی مخالفت عربوں میں خاص طور پر قریش کریں گے، جن کی جائیدادوں پر غیر ملکیوں کا قبضہ ہوگا۔ امام مہدی غیر ملکی تسلط ختم کر دیں گے۔

امام مہدی سے متعلق واضح بیانات کے باوجود مختلف فرقوں میں متعدد افراد عہد بہ عہد امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ ان میں اولین نام مسلک زیدیہ کے امام پھر مسلک اسماعیلیہ کے امام المہدی عبید اللہ (م۔ ۹۰۷ء) ہیں۔ اہل تشیع کے ضمنی مسالک جو اپنی ٹمٹماتی روشنی دکھا کر جلدی خاموش ہوگئے، اور جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے، امام مہدی ہونے کے دعویداروں سے بھرے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کے اکثریتی مسلک امامیہ یا اثنا عشری میں امام مہدی کا تصور امام آخر الزماں سے وابستہ ہے۔ اس لیے مسلک امامیہ ان مدعیان عصر کو قبول نہیں کرتا لیکن مسلک امامیہ میں بھی عہد بہ عہد امام مہدی کے دعویدار ہوتے رہے ہیں۔ اہل تسنن میں مہدیت کا زور اہل تشیع سے کم نہیں رہا ہے عہد بہ عہد امام مہدی ہونے کے دعویدار ابھرتے رہتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وقتی اثر و نفوذ کے بعد خارج ہوجاتے ہیں لیکن بعضوں کے دعووں کی بنیاد پر نئے مسالک یا فرقے اور بعض صورتوں میں مذاہب وجود میں آگئے۔ ان مسالک، فرقوں یا مذاہب کو دائرہ اسلام میں قبول کیا جائے یا نہیں، ان پر قدیم میں بحثیں ہوئی ہیں، جن میں بعض بحثیں خون ریزی کا باعث ہوئی ہیں۔ ماضی قریب میں بھی ایسی بحثیں ہوئی ہیں، اور ان کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ذیل میں ان مسالک یا فرقوں کا ذکر کیا جائے گا، جو خود اسلامی مسلک یا فرقہ ہونے کی دعویدار ہیں۔ وہ کس حد تک اسلامی ہیں یا نہیں، یہ طے کرنا ہمارے حیطہ اختیار سے باہر ہے۔

مبیضہ یا نخشبی:

مبیضہ' بمعنی سفید پوش، چونکہ اس فرقہ کے لوگ ہمیشہ سفید کپڑے پہنتے تھے، یہی اس فرقے کا نام ہوگیا اس فرقے کا موسس ہاشم بن حکیم (م۔ ۱۶۳ھ/ ۷۷۹ء) مقنع کے نام سے معروف ہے۔ مقنع بمعنی نقاب پوش نام پڑنے کا سبب تھا کہ وہ ہمیشہ چہرہ پر ایک زریں نقاب ڈالے رہتا تھا۔ اس فرقہ کا دوسرا نام نخشبی ہے۔ جو ماہ نخشب کی رعایت سے مشہور ہوا۔ اس کا بانی مقنع شعبدہ اور علم نیرجات و طلسمات میں ماہر تھا۔ پہلے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، پھر پیغمبری کا۔ اپنا معجزہ ماہ نخشب کو قرار دیا۔ اس کی حقیقت یہ تھی کہ اس نے چاند کی شکل کا ایک جسم بنایا اور لوگوں کو دکھایا کہ وہ جسم ماوراء النہر کے مشہور شہر نخشب کے علاقہ میں ایک کنویں سے برآمد ہوکر کچھ دور تک بلند رہتا ہے، پھر اس کنویں میں غروب ہوجاتا۔ بعد میں لوگوں نے کنویں کی تہ سے ایک بڑا پیالہ برآمد کیا، جو پارہ سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ مقنع نے بعد میں خدائی کا دعویٰ کیا لیکن اس کا اظہار عام طور پر نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے عقاید اس طرح بیان کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلق کیا تو ان کی صورت میں منتقل ہوگیا، پھر حضرت نوح کی شکل میں منتقل ہوا، بعد عہد بہ عہد مختلف شکلوں میں منتقل ہوکر ابو مسلم خراسانی کی شکل میں منتقل ہوا اور موجودہ صورت میں ہاشم ابن حکیم معروف بہ مقنع کی شکل میں ہے۔ سے ابو مسلم خراسانی سے مقنع کو خصوصی عقیدت تھی کہ وہ ابو مسلم کو پیغمبر سے افضل قرار دیتا تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو مسلم کو خدا مانتا تھا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ ابو مسلم کی روح اس کے جسم میں حلول کرگئی ہے۔ فرقہ مبیضہ کے متعلق کتنی ہی غلط سلط روایتیں رائج ہیں۔ جن پر آسانی سے یقین نہیں کیا جاسکتا۔ ان پر داستانی رنگ غالب ہے۔ ابو مسلم خراسانی کے حوالہ سے صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس فرقہ کو رسوا کرنے کے لیے بنی عباس کی سرکاری مشینری بھی کام کرتی رہی ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مقنع کی موت کے متعلق بھی داستانیں ہیں۔ لیکن اتنی بات تاریخوں میں درج ہے کہ عباسی خلیفہ المہدی کے حکم پر ۱۶۱ھ/ ۷۷۷ میں

ایک بھاری فوج نے مقنع سے جنگ کی، جس سے دو برس تک جنگ وجدال کے نتیجہ میں مقنع مارا گیا۔زیادہ تر مورخین کا خیال ہے کہ قلعہ شام پر عربوں کے تسلط سے قبل ہی اس نے خود کو ہلاک کرلیا۔مقنع کی موت کے بعد بھی عرصے تک ماوراء النہر کے علاقہ میں فرقہ مبیضہ کے لوگ موجود تھے، جو بعد کے ادوار میں دوسرے فرقوں میں مدغم ہوگئے۔

مہدویہ:

اس فرقہ کے موسس سید محمد جون پوری (۱۵۰۵ء۔۱۴۴۳) ہیں۔جنہوں نے ابتداء ایک اصلاحی تحریک کے ذریعہ مسلم معاشرہ کی خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ انسان اور خدا کے درمیان دوری قائم کرنے والی شے دنیا ہے۔ اس لیے دنیا کو ترک کر کے زہد و ورع پاکیزگی نفس اور قرآن وسنت کی حرف بہ حرف پیروی لازمی ہے۔ ان کی اصلاحی تحریک مسلم معاشرہ میں خاطر خواہ مقبول ہوئی۔ ۴۵ سال کی عمر میں حج بیت اللہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ۱۲/ ذی الحجہ ۹۰۱ھ/ ۲۲/اگست ۱۴۹۶ء کو پہلی بار دعوئ مہدیت کا اعلان کیا، پھر ہندوستان لوٹ کر احمد آباد میں دسمبر ۱۴۹۷ء میں دوبارہ اعلان مہدیت کیا، بعدہٗ ۵۸ سال کی عمر میں دسمبر ۱۴۹۹ء میں سہ بارہ اعلان مہدیت کیا۔ اس فرقہ کے لوگ انھیں احتراماً اماًمنا مہدی موعود علیہ السلام کہتے ہیں۔تعلیمات مہدویہ کے دو پہلو ہیں، جو احکامات قرآنی کے تحت فرائض وواجبات پر مشتمل ہیں۔ اولاً وہ احکام جو نبوت کے دائرہ عمل میں ہیں، ان کی وضاحت مکمل طور پر پیغمبر اسلام نے کردی ہے اور اسی کے اعتبار سے عمل پیرا ہونا ہوگا۔ ثانیاً وہ احکام جو ولادیت محمدیہ سے متعلق ہیں، جن کو خاتم ولایت محمدیہ سید محمد جون پوری نے فرض قرار دیا ہے اور جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ترک دنیا: دنیا تیرا نفس ہے، نفس کو فنا کردیا تو دنیا اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

۲۔ صحبت صادقان: ان صادقوں کی صحبت اختیار کرو جو عمل صالح ،معرفت علم اور شرعی اصولوں کی عملی تربیت دے سکیں۔

۳۔ عزلت از خلق: اہل دنیا سے بچو اور گوشہ نشینی اختیار کرو۔

۴۔ ذکر کثیر: ہر لمحہ ذکر خدا کیا کرو۔

۵۔ توکل: اس کا مقصد رضائے الٰہی ہو، رزق پر اکتفا کرنا نہیں ہوگا۔

۶۔ طلب دیدار خدا: انسان کے وجود کی علت غائی ہے۔ طلب صادق ہے تو اللہ تعالیٰ کا دیدار لازمی ہے۔

۷۔ ہجرت: وطن کی محبت دین کے لئے قربانی کرنے سے روکتی ہے، اس لیے ہر شخص کو برابر ہجرت کرتے رہنا ہوگا۔

۸۔ عشر: آمدنی کا دسواں حصہ راہ خدا میں دینا۔ اس کے بعد ہی اس کی کمائی پاک ہوسکے گی۔ اس لیے فقر اور سویت کو لازمی قرار دیا۔ سویت عشر کے طور پر حصہ میں آئی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

سید محمد مہدی کے خلیفہ اول سید محمد ثانی مہدی (م: ۹۲۰ھ/۱۵۱۴) ہوئے، خلیفہ دوم سید خوند میر (۹۳۷ھ/ ۱۵۲۴ء) جو سید محمد مہدی کے داماد تھے۔ ان کو مع ساتھ ہمراہیوں کے مظفر شاہ کی افواج نے شہید کیا۔ ان کا سر پٹن میں، جسم مدراس میں اور پوست چاپانیر میں مدفون ہیں۔ یہ مسلک مہدویہ کو سلاطین دہلی میں خاندان سوری کے دور حکومت میں خصوصی مقبولیت حاصل تھی۔ بقول بدایونی مسلک مہدویہ کے مختلف حلقے قائم تھے۔ جن میں اس زمانہ کے دو متعدد علماء شیخ علائی (شہید ۱۵۴۸ء) اور میاں عبد اللہ نیازی (م ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) شامل تھے۔ ابو الفضل، فیضی اور ان کے باپ شیخ مبارک بھی متاثر تھے۔ گو اس سے بالواسطہ طور پر ہی لیکن اکبر اعظم کی مذہبی حکمت کی تشکیل میں مہدویت کے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دکنی اردو کا مشہور شاعر ہاشمی بیجاپوری (۱۰۷۸ھ/۱۶۶۷) بھی مہدوی تھا۔ ہجرت کو اصل مذہب کی حیثیت سے قبول کرنے کی بناء پر مہدویت دنیا کے مختلف ممالک میں رائج ہے۔ ہندوستان میں اس کا مرکز حیدر آباد ہے۔

روشنیہ:

اس فرقہ کے بانی میاں بایزید انصاری ۹۳۲ھ/۱۵۲۵ میں جالندھر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتداً مغل فوج میں سپاہی تھے۔ افغانیوں میں مغلوں کے خلاف تحریک چلائی اور اپنا الگ فرقہ بنالیا جو روشنیہ کہلایا، خود کو مہدی موعود بتایا، پیر روشن کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ فرقہ لوٹ مار اور قتل کو جائز قرار دیتا تھا۔ یہ بات قبائلوں کو پسند آئی۔ انھوں نے دل وجان سے فرقہ روشنیہ قبول کیا اور اور تن دہی سے سرگرم عمل ہوئے۔ اس کا مخالف ملا اخوند دویزہ تھا۔ اپنے پیر روشن کا مقابلہ کیا۔ وہ اس کو پیر تاریک کہتا تھا۔ مغل فوجوں سے کئی بار مقابلہ ہوا۔ آخر میں پیر روشن قتل ہوا لیکن اس فرقے کے لوگ قبائلی علاقوں میں باقی رہ گئے، جو بعد کے ادوار میں اہل تسنن میں مدغم ہوگئے۔ بدایونی فرقہ نے روشنیہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے عقاید بھی رائج تھے۔ روشنیہ عرش کو پیغمبری نہیں، خدا کا درجہ دیتے۔ نماز پڑھتے تھے لیکن قبول کی شرط نہ تھی۔ غسل کے لیے پانی کو ضروری نہ مانتے تھے۔

بہائی:

اس فرقہ کی بنیاد اوائل ۱۹ ویں صدی میں یوں پڑی کہ ملا مرزا علی محمد نے باب ہونے کا دعویٰ کیا۔ باب مسلک امامیہ یا اثنا عشریہ میں ایک منصب ہے، جس پر غیبت امام آخر الزماں ۲۶۰ھ/۸۷۴) کے اولین دور (۳۲۹-۸۷۴-۹۴۰ء) میں یکے بعد دیگرے نواب اربعہ فائز ہوئے، جو باب بھی کہے گئے، کیونکہ وہ امام زمانہ تک رسائی کا ذریعہ تھے۔ ملا مرزا علی محمد کا دعویٰ پانچواں باب ہونے کا تھا، جس کو ایک حلقہ نے قبول کیا، جو اس وقت کے شیعی علماء سے مطمئن نہیں تھا۔ اس حلقہ کو وسعت حاصل ہوئی تو مرزا علی محمد نے دعویٰ کیا کہ اصلاً وہی مہدی الآخرزماں ہیں۔ پھر دعوائے رسالت کیا۔ اس کے پیرووں میں خاص طور پر فارسی کی مشہور شاعرہ قرۃ العین شامل تھی۔ ملا مرزا علی محمد کو مرتد قرار دے کر ۱۸۵۰ میں قتل کردیا گیا۔ اس کے پیرو بھی قتل ہوئے، جن میں قرۃ العین شامل تھی۔ ابتداً یہ لوگ بابی کہلائے۔ انھیں بابیوں میں

مرزا حسین علی معروف بہ بہاء اللہ نے ۱۸۷۶ء (یا ۱۸۶۳ء) میں منجانب اللہ اپنے باب مقرر ہونے کا اعلان کیا اور مذہب بہائی کی ابتداء کی۔ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ بہاء اللہ پر الٰہی پیغام رسائی کا خاتمہ ہوگیا۔ جس میں مسیح، محمد، زرتشت اور بدھ شامل تھے۔ اس عقیدہ کے مطابق بہائیت کے ذریعہ ہی بہاء اللہ کی بدولت تکمیل حاصل ہوگئی۔ اب کوئی اور مہدی موعود نہیں آئے گا۔ بہائی رہنماؤں میں تیسری اہم شخصیت عبد البہا (م: ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کی تکمیل مذہب کی آخری شرط بھی پوری کردی۔

بہائی عقیدہ کی اساس وحدت مذاہب پر قائم ہے۔ جس میں تمام مذاہب شامل ہیں۔ وہ بیک وقت ایرانی مذہبی رہنما زردشت، بھگوان کرشن، حضرت عیسیٰ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ کی مذہبی رہنمائی قبول کرتے ہیں لیکن بہاء اللہ کی آمد ان کے مذاہب کے خاتمے کا اعلان مانتے ہیں۔ اب فقط بہائیت ہے اور اسی میں تمام مذاہب کی روح شامل ہے۔ بہائیوں کے عقیدہ کی دیگر اساس وحدت بنی نوع انسان ہے۔ ان کا زور ہے کہ تمام انسان ایک ہیں ان میں کسی بنیاد پر تفریق نہیں کی جاسکتی بہائیوں نے اپنے عقیدہ کی ترویج واشاعت پر اسلام کے مقابلہ میں زیادہ صرف کیا ہے، اس سے دنیا کے مختلف علاقوں میں بہائیت مقبول ہے۔

بہائیوں کو عصر حاضر میں غیر اسلامی فرقہ یا مذہب کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے ادارے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، اپنے عقاید وافکار کی اشاعت میں منہمک ہیں۔ اب ان کا مذہبی مرکز ایران سے اسرائیل منتقل ہوگیا ہے۔ جو حیفہ میں قائم ہے اور جسے بین الاقوامی مرکز انصاف (Seatof Universal House of Justice) کہا جاتا ہے۔

احمدیہ یا قادیانی:

اس فرقہ کے احمدیہ کہلانے کا سبب یہ ہے کہ اس کے بانی مرزا غلام احمد (۱۸۳۹-۱۹۰۸ء) تھے اور اس فرقہ کے قادیانی کہلانے کا سبب یہ ہے کہ اس کی بنیاد ہندوستانی صوبہ پنجاب کے قصبہ قادیان میں پڑی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۳۰۷ھ

۱۸۸۹ء میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ مہدی موعود سے متعلق اسلامی عقاید وافکار کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے لیکن مرزا غلام احمد نے مہدی موعود کا مختلف تصور پیش کیا۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمانوں کے مہدی موعود ہونے کے پہلو بہ پہلو عیسائیوں کے یسوع مسیح ہیں، ہندو دیوتا کرشن کے اوتار ہیں اور پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کا 'بروز' (Reappearance) ہیں۔ مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد مولوی نور الدین (م: ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۴ء) خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد فرقہ احمدیہ میں انشعاب ہوگیا۔ قدیم قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کو نبی مان لیا اور ان کے بیٹے مرزا بشیر الدین کو خلیفہ ثانی قرار دیدیا۔ لیکن فرقہ احمدیہ کے لاہوری پیروؤں نے مرزا غلام احمد کو نبی ماننے سے انکار کردیا اور محض مجدد کی حیثیت سے قبول کیا۔ تصورِ مجددیت اہل تسنن میں مقبول رہا ہے۔ جس کے دعویدار بھی دعویٰ مہدیت کی طرح استحقاق قائم کرتے رہے ہیں۔ فرقہ احمدیہ کے پیرو ہندوستان، پاکستان، مغربی افریقہ، یورپ اور خاص طور پہ برطانیہ میں ملتے ہیں۔ ہندوستان میں قادیان اور پاکستان میں لاہور ان کے مراکز ہیں۔ قادیانی مالی واقتصادی اور سماجی معیاروں پر انتہائی منظم جماعت ہے۔

فرقہ احمدیہ یا قادیانی ان کو اصل اسلام کا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے عقاید وافکار دیگر اسلامی فرقوں سے مختلف ہیں۔ اصول دین کے معاملات میں سب سے زیادہ اختلاف مسئلہ رسالت کا ہے۔ ہر فرقہ کا مسلمان پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ کو خاتم النبیین مانتا ہے جن کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہوگا اور قرآن الحکیم سے استدلال کرتا ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔

(محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن، وہ اللہ کے رسول اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں: الاحزاب ۳۳/ ۴۰) لیکن قادیانی تاویل کرتے ہیں کہ خاتم کے معنی آخری کے نہیں بلکہ مہر کے ہیں۔ اور مرزا غلام احمد کو پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تجسیم کا عقیدہ ہے جس میں وہ کبھی عیسیٰ کبھی کرشن اور کبھی محمد کا پیکر اختیار کرتا رہا وغیرہ جو

اسلامی اصول دین سے انحراف ہے۔ اسی بنا پر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے باہر کر دیا گیا۔ البتہ مجدد دین کی حیثیت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو قبول کرنے میں بعض اسلامی فرقے تامل نہ کرتے اور نہ کیا۔ قادیانیوں کے بعض دیگر عقاید جو تمام مسلم فرقوں کے متفقہ عقاید سے میل نہیں کھاتے، ان میں خاص طور پر حضرت عیسیٰ سے متعلق عقیدہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے موت کا بہانہ کیا، دوبارہ قبر سے اٹھے اور ہندوستان ہجرت کر گئے، جہاں ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ جہاد کے متعلق بھی ان کے مخصوص عقاید ہے۔ لاہوری احمدیہ اسلامی فرقوں سے زیادہ قریب ہیں۔ ان کی قرابتیں بھی اسلامی فرقوں میں ہیں۔

مذکورہ فرقوں کے عقاید کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو فرقہ مہدویہ کے اسلامی فرقہ ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا۔ ان کے فقہی عقاید اہل تسنن کے مماثل ہیں۔ احمدیہ کا لاہوری مسلک جو غلام احمد قادیانی کو مجدد مانتا ہے، اس کو بھی اہل تسنن کے مسالک میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن باقی تینوں فرقے مبیضہ روشنیہ اور بہائی ابتدا میں اسلامی فرقے رہے اور امام مہدی موعود کے متعلق مخصوص عقاید وافکار کے حامل رہے۔ یہی صورت حال مرزا غلام احمد کے ان پیروؤں کی تھی، جن کا مرکز قادیان قرار پایا کہ ابتداً امام مہدی موعود کے متعلق مخصوص عقاید وافکار کے پابند رہے لیکن بعد کے ادوار میں انھوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، بلکہ بعضوں نے خود کو ہندوؤں کی طرح خدا کا ظہور قرار دیا، اس لیے ان کو اسلامی فرقوں کی حیثیت سے قبول نہیں کیا جاتا۔ ہم نے ان کا ذکر اسلامی فرقوں میں محض اس خیال سے کیا ہے کہ انھوں نے اپنا سفر اسلام سے شروع کیا اور تاریخ اسلام کے طالب علم کو ان کے بارے میں جاننا چاہیے۔

دیگر فرقے:

اسلامی فرقوں میں کئی ایسے فرقے ہیں، جو مذہبی وعلمی اور سیاسی وسماجی اسباب کی بنا پر تاریخ اسلام کے مخصوص ادوار میں اہمیت کے حامل رہے۔ انھوں نے عقاید وافکار میں انقلاب

برپا کیا لیکن بعد میں معدوم ہو گئے۔ زیادہ تر کسی نہ کسی اسلامی فرقے میں شامل ہو گئے۔ آخر کار دو بڑے فرقے ہی رہ گئے۔ اہل تشیع اور اہل تسنن۔ ذیل میں جن فرقوں کا ذکر کیا جائے گا، ان میں کسی کو مکمل طور پر اہل تشیع یا اہل تسنن کے عقاید وافکار کی بنیاد پر کسی ایک فرقہ کا مسلک قرار دینا مناسب نہ ہوگا اور نہ ممکن۔ پھر بھی ان کے اساسی عقیدہ کی روشنی میں انھیں موجودہ فرقوں میں کسی کے قریب رکھا جاسکتا ہے، اس کی نشان دہی کی کوشش کی جائے گی تاکہ ہمارے قارئین صحیح طور پر ان فرقوں سے واقف ہو سکیں۔

الخوارج:

خوارج (ماخذ خارجی) نام پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس گروہ نے ابتدا میں حضرت علی کا ساتھ دیا پھر انھیں چھوڑ کر چلا گیا۔ خرجوا علیہ اس گروہ کے کئی اور نام ہیں مثلاً حروریہ کیونکہ یہ لوگ شروع میں ایک جگہ جس کا نام حروراء ہے وہاں چلے گئے تھے۔ محکمہ یعنی یہ لوگ تحکیم پر زور دیتے تھے اور قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے تھے۔ ان الحکم الا اللہ (حکم کرنے کا حق اللہ کو ہے: الانعام ۶/ ۵۷ یوسف ۱۲/ ۴۰) اپنے بانیوں کے نام کے اعتبار سے نافع بن الازرق کے پیرو الازارقہ زیاد بن الاصفر کے پیرو، الصفریہ، عبداللہ بن اباض کے پیرو والاباضیہ، ابوبیہس کے پیرو، البیہسیہ قبیلہ حنیفہ کے نجدہ بن عامر کے پیرو، النجدیہ، اور عبدالکریم بن العجرد کے پیرو العجاردہ کہے جاتے تھے۔ خوارج کو اولاً حضرت علی کا ساتھ دینے کی بنا پر بعضوں نے انھیں شیعیان علی میں بیان کر دیا، جو صریحی طور پر غلط ہے کیونکہ خوارج خلافت کے لئے مسلمانوں کے آزادانہ انتخاب کو لازمی قرار دیتے، اس کا قریشی ہونا ضروری مانتے اور اولین دو خلافتوں کو حق مانتے تھے۔ یہ تمام عقاید اہل تسنن کے ہیں۔ یہ اہل تشیع ان میں سے کوئی عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لیے صحیح طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ خوارج ابتداً ان مسلمانوں میں تھے جو خلافت راشدہ میں عقیدہ رکھتے تھے اور حضرت علی کی خلافت قائم ہونے پر جمہور اسلام کی طرح انھوں نے بیعت کی لیکن بعد میں حضرت علی سے غیر مطمئن ہو کر باغی

ہو گئے۔ خوارج گناہ کو کفر کا ہم معنی قرار دیتے تھے۔ کسی غیر اللہ کو حکم بنانا گناہ ہے چونکہ حضرت علی نے جنگ صفین میں حکم کے اصول کو قبول کیا، اس لیے معاویہ بن ابوسفیان کی طرح وہ بھی گناہ گار ہوئے اور واجب القتل ہوئے۔

خوارج کی بڑی تعداد معرکہ نہروان میں (۳۸ھ ۶۵۸ء) میں حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوئی لیکن بعد کے ادوار میں بھی حکومتوں کے خلاف خروج کرتے رہے۔ ایک مدت تک انھوں نے قتل و غارت کا بازار گرم رکھا لیکن عباسی دور میں ان کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ خوارج کو فاسد العقیدہ سمجھا گیا لیکن ان کو دائرہ اسلام کے باہر نہیں قرار دیا گیا، کیونکہ وہ اسلام کی اساسی عقاید کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ حکم خدا بجالانے کی تعلیم میں غلو و افراط کرتے تھے ان کا اکثریتی گروہ الازراقہ اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیتا لیکن اقلیتی گروہ الاباضیہ عام مسلمانوں کو کہتا لیکن مشرک کہنے سے اجتناب کرتا۔ عباسی دور میں خوارج کا خاتمہ ہوا تو مسلمانوں کے اکثریتی دھارے میں شامل ہو گئے جو حکومت وقت کا ہم نوا تھا۔

المرجعۃ:

ارجاء یعنی ملتوی کرنا۔ اس فرقہ کے وجود میں آنے کا سبب الخوارج کے اس عقیدہ کا ردعمل تھا کہ جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا، کافر و جہنمی ہوا۔ المرجعہ کہتا تھا کہ اس دنیا میں کسی گنہگار کے متعلق ایسا دوٹوک فیصلہ ملتوی رکھنا چاہیے۔ اس عقیدہ کے صریحی سیاسی مضمرات واضح ہیں جس میں عقیدہ کے طور پر جواب دہی یعنی حکومت وقت (خلفائے بنی امیہ) کے خلاف اظہار رائے بھی ممکن نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ ان کے خلاف خروج کیا جائے۔ اصولی طور پر دیکھا جائے تو اس عقیدہ کے مطابق کبائر الاثم کے ارتکاب کے متعلق فیصلے ملتوی رکھنے کی بنا پر حکومت وقت اور اس کے عملہ و کارکنان کو کھلی چھوٹ مل گئی۔ خواہ ان کے اعمال اسلام کی بنیادیں منہدم کرتے ہوں، خاموش تائید حاصل کر لیں گے اور وہی اعمال وقت گذرنے پر اسلام کی روایت کا حصہ بن جائیں گے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فرقہ محض الخوارج کے خلاف

نہیں تھا بلکہ بنی امیہ کا حکمت عملی سے تائید کرتا تھا جس کی سرپرستی فطری طور پر حاصل ہوئی۔ ان کے عقیدہ ارجاء اہل تسنن کے اساسی عقیدہ وایمان سے اس معنوں میں ہم آہنگ ہے کہ ملتوی کرنے کا یہ عمل بالارکان سے متعلق ہے یعنی احکام الٰہی سے عملی مطابقت، جو اہل تسنن کے نزدیک مومن ہونے سے خارج نہیں کرتا اور یہ ان کا مسلمہ عقیدہ ہے جس پر گذشتہ صفحات میں بحث کی جا چکی ہے۔ مرجعۃ نے اس انداز فکر کو آگے بڑھا کر کہا کہ شرک سے کم تر تمام برے اعمال لامحال بخش دئے جائیں گے۔ ۸ ان میں بعضوں نے اور آگے بڑھ کر کہا کہ کوئی شخص دار السلام میں بھی، جان کے خوف کے بغیر بھی اگر زبان سے اعلان کفر کرے، بت پوجے، یہودیت یا نصرانیت اختیار کرے، کامل الایمان، اللہ کا ولی اور جنتی ہے۔ ۹ ان خیالات نے معاصی الفسق وفجور کی زبردست ہمت افزائی کی اور اس عقیدہ کی بنا پر کہ شر الاثم میں مبتلا خلفائے وقت کے خلاف آوازیں نہیں اٹھائی جاسکتی، ظلم وستم بے محابہ ہوگئے۔ انھوں نے کہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہتھیار اٹھانے کو فتنہ قرار دیا۔ حکومت وقت کی کسی صورت میں مخالفت نہیں کی جاسکتی، البتہ حکومت سے باہر لوگوں کے برے افعال پر ٹوکنا جائز ہے۔ ۱۰

بنی امیہ کی سیاسی حکمت عملی کے تحت وجود حاصل کرنے والے المرجعۃ نے اپنے نظریات سے ظالموں کے ہاتھ مضبوط کیے اور بدی وگناہ کے مقابلہ میں اسلام کی قوت مدافعت کو سخت نقصان پہنچایا۔ لیکن اموی حکومت میں آزادی فکر وخیال کی گنجائش نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے المرجعۃ میں جب غیلان الدمشقی نے مسئلہ قدر پر زور دیا کہ انسان اپنے ارادے میں آزاد ہے تو خلیفہ ہشام (م: ۱۲۶ھ / ۷۴۳ء) نے اس کو قتل کرادیا کیونکہ اس نظریہ سے ظالم حکمران کو مسند اقتدار سے اتار پھینکنے کا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ اس کے برعکس المرجعۃ کا دوسرا گروہ تھا الجہمیہ کہلاتا تھا اور جا کا بانی جہم بن صفوان تھا، انکار کرتا تھا کہ انسان اپنے ارادے میں آزاد ہے بلکہ اسکے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہیں۔ اس طرح عمل بالارکان کی ذمہ

داری سے بری ہے جہم کی موت ۱۲۸ھ/ ۷۴۶ء میں ہوئی لیکن اس کا نظریہ تقریباً سو سال کے بعد اہل تسنن کے عقاید کا حصہ بنا۔

المعتزلہ:

''اعتزال' معنی علاحدگی، اس فرقہ کا بانی واصل بن عطا (م: ۱۳۱ھ/ ۷۴۸ء) تھا جو خواجہ حسن بصری کا شاگرد تھا۔ روایت ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے مسئلہ پر اس نے اختلاف کیا تو خواجہ حسن بصری نے فرمایا ۔ اعتزال عنا! ۔ اسی پر نام پڑ گیا۔۱۱ لیکن یہ محض اتفاق ہوسکتا ہے۔ المعتزلہ کا بانی عمر بن عبید ۔۷۶۳ء) تھا، جس کے متعلق اس طرح کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ ۱۲ حقیقت یہ ہے کہ فرقہ معتزلہ عصری سیاسی محرکات کے نتیجہ میں وجود میں آیا جو حکومت بنی امیہ کا آخری دور تھا۔ مسلم عوام میں حکومت کے خلاف عام بیزاری تھی، سیاسی بغاوتوں کا زور تھا۔ دینی عقاید وافکار کے معیاروں پر المرجئہ کے نظریات کی مقبولیت کم ہوگئی تھی، بعض المرجئہ بھی کھلے عام مخالفت کر رہے تھے ۔ اس لئے سیاسی جبر کا تقاضہ تھا کہ دینی عقاید وافکار کے معیاروں پر ان تمام عناصر کو یکجا کیا جائے تو بنی امیہ کی مخالفت میں متفق الرائے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس میں اہل تشیع کے آگے ہوسکتے تھے، ایسا ہوا بھی، دوسرے صوفیہ تھے جن کے حلقہ تلامذہ سے المعتزلہ ابھرے، باقی دیگر مسلمان بھی ہم نوا ہوگئے ۔ اس لیے المعتزلہ میں مختلف عقاید افراد وعلام نظر آتے ہیں۔ ان کے افکار وعقاید میں بھی تنوع ہے لیکن ان میں اکثریت اہل تشیع کی ہے، جو اپنے مخصوص عقاید کے ساتھ نمودار نظر آتے ہیں۔ مثلاً مسئلہ خلق قرآن پر زور دینے کے بعد انھوں نے مسئلہ ذات وصفات الٰہی پر خالص شیعی زاویہ نظر ع سے بحث کی۔ ۱۳

المعتزلہ کے دینی افکار کے ارتقاء میں اہم ترین حصہ ابو الہذیل العلاف البصری کا ہے، جو اہل تشیع میں سے تھا۔۱۴ اس سے عمر میں کچھ بڑا اہم عنصر بشر بن المعتمر البغدادی اور عمر میں کچھ چھوٹا ابراہیم انظام تھا۔ المعتزلہ کے دو مختلف دبستان تھے، جو دبستان بصرہ اور دبستان

بغداد تھا۔ ان دونوں کے مکتب فکر الگ الگ تھے۔ دبستان بصرہ کے رئیس (ابو علی) الجبائی کے دو شاگرد نمایاں ہوئے۔ اس کا بیٹا ابو ہاشم (م: ۳۲۱ھ/ ۹۳۳) اور شاگرد ابو الحسن الاشعری، جس نے المعتزلہ سے علاحدگی اختیار کر کے الگ راسخ العقیدہ مکتب فکر کی بنیاد رکھی جو الاشاعرہ کہے جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور دیگر راسخ العقیدہ اہل تسنن بھی المعتزلہ کے شدید مخالف ہوئے۔ لیکن ان مخالفتوں سے المعتزلہ کی اہمیت کم نہیں کی جاسکتی، بلکہ یہی انکی شہرت کے اسباب ہیں۔ المعتزلہ کی اصل اہمیت کئی انواع کے منطقی اور مابعد الطبیعاتی غور وفکر کی بنا پر ہے۔ انھوں نے یونانی فلسفے کی تحصیل اور اس کے بعض فکری دبستانوں کی اسلامی عقاید وافکار سے تطبیق کی۔ انھوں نے غیر مسلموں کے مقابلہ میں اسلامی عقاید کی مدلل عقلی مدافعت کی۔ انھوں نے غیر مسلم مفکرین کے ساتھ کئی مسائل ومباحث پر مناظرے کیے جن کے تحریری ثبوت موجود ہیں۔ انھوں نے علم کلام کی توسیع کی۔

المعتزلہ، دینی عقاید کے اظہار میں عجیب وغریب رویہ رکھتے، جن کا صحیح تناظر میں تجزیہ کیے بغیر حقائق تک رسائی ممکن نہیں ہوسکتی۔ جن میں کلیدی نکتہ اہل تسنن کے مسلمہ عقاید وافکار کے خلاف ردعمل ہے مثلاً المعتزلہ حدیث واجماع کو ساقط قرار دیتے۔ ۱۵ فاسق وفاجر کو امام ماننے سے انکار کرتے۔ ۱۶ اس کے تحت جمعہ ونماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ ۱۷ فتنہ واختلاف کی صورت میں تقرر خلیفہ کے خلاف تھے۔ ۱۸ خلیفہ کے لیے قریشی ہونے کی شرط قبول کرتے ۱۹ بلکہ اس کا عجمی ہونا بہتر مانتے، بلکہ آزاد کردہ غلام کو خلیفہ بنانا اس سے بھی اچھا مانتے کیونکہ خلیفہ کے غیر عادل ہونے یا ظلم وستم کرنے کی صورت میں معزول کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ ۲۰ یہ بھی کہتے کہ خلیفہ کا تقرر ضروری ہے، پھر کہتے کہ فضول ہے، امامت کو عدل پر قائم ہونا چاہیے۔ ۲۱ غرضیکہ المعتزلہ نے غلط مبحث کر کے اہل تسنن کے اس اساسی عقیدہ میں پیچیدگی پیدا کردی۔ خلافت راشدہ کے واقعات پر ان کے فیصلے بڑے جارحانہ تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں کسی ایک فریق کے فاسق ہونے کا اعلان کرتے، لیکن اس کی نشان دہی نہ

کرتے۔۲۲؎ البتہ حضرت عثمان پر سخت تنقید کرتے، حتیٰ کہ حضرت عمر کو بھی مطعون کرنے سے باز نہ آتے۔۲۳؎ اہل تشیع کے عقاید و افکار سے کئی منزلوں میں ہم آہنگ تھے۔جبر و قدر کو اساسی عقیدہ قرار دیتے، جو شیعی عقاید میں شامل ہے۔کفر و ایمان کے معاملہ میں شیعوں کا عقیدہ رکھتے۔ان کا عقیدہ تھا کہ گناہگار مسلمان نہ مومن ہے، نہ کافر بلکہ بیچ کی حالت میں ہے۔۲۴؎ اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملہ میں ظالم و فاسق کے خلاف خروج میں عقیدہ رکھتے تھے۔۲۵؎

المعتزلہ دور عباسی میں ہی خاتمہ ہوگیا ان کے متنوع عقاید نے اپنے اپنے پسندیدہ عقایدی گروہوں میں مدغم ہونے میں مدد کی۔الاشاعرہ نے فکری دبستان کی حیثیت سے المعتزلہ کی جگہ لے لی لیکن المعتزلہ نے عقلی و فکری معیاروں پر تجزیہ و تفہیم کی روایت عطا کر کے اسلامی دینی عقاید کو نئے ابعاد سے روشناس کیا تھا، جس کی روشنی ہر دور میں باقی رہے گی۔

زندقہ:

زندق بمعنی (To profess dualism) اصطلاحاً خلافت عباسی میں عجمی قوم پرستی کی تحریک شعوبیت کے معتقدات، جو اموی حکومت کے ذریعہ عربوں میں نسلی، قبائلی اور وطنی عصبیتوں کے رد عمل میں وجود میں آئے۔ ابتدا میں شعوبی تحریک کا نعرہ تھا کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں ہوسکتی لیکن بعد میں اس نے عربی کی مخالفت کا رنگ لے لیا۔عربوں کی مذمت میں کتابیں لکھی گئیں۔قریش و دیگر قبائل کی مذمت میں کئی کتابوں کا ذکر ابن الندیم کی فہرست میں ملتا ہے۔زندق انہی کا نام ہے۔مخالفین الزام وارد کرتے کہ عجمیوں نے دلوں میں ان کے قدیم مذہب و عقاید زندہ ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ وحدت کی بجائے ثنوت، کے قائل ہیں۔ وہ اپنے ہمراہ الحاد و اباحیت کے جراثیم لائے، جس کو جسم اسلام میں داخل کیا۔۲۶؎ ان الزامات کو شعوبیوں نے کبھی قبول نہیں کیا۔ ان کے علاحدہ گروہ ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا خواہ خود کوئی نام دیں۔عباسی خلیفہ منصور (م:۷۷۵ء) کے دور تک یہ لوگ مملکت اسلامی پر حاوی

ہوگئے۔ جس سے خلافت عباسی کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ خلیفہ المہدی (م: ۷۸۵ء) نے گھبرا کر طاقت کے استعمال سے ان کا زور توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے علماء کو مامور کیا کہ ان لوگوں سے بحثیں اور ان کے رد میں کتابیں لکھیں۔ اس نے ایک مستقل محکمہ عمر الکلاوازی قائم کیا جس کا کام ان کے استیصال اور سرکوبی تھا۔ اس طرح اثرات کے تحت منظم گروہ کا نام زندقیہ ہوگیا۔ ہنوز یہ نام انھیں معنوں میں عرب اپنے مخالفین خصوصاً اہل ایران کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

شعوبی تحریک کو زنادقہ کی جماعت قرار دینے کے سیاسی مضمرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ابو العلا دالمعری اس عہد کے تمام نامور مجمیوں کو زنادقہ میں شمار کرتا ہے مثلاً دعبل، بشار بن برد، ابو نواس ابومسلم خراسانی وغیرہ ۲۷؎ ان کے عقاید کا ذکر سب وشتم سے ہوتا۔ ابن عبدربہ کہتا ہے کہ شراب، زنا اور رشوت زندقی کے لوازمات و علامات ہیں۔ ۲۸؎ بھلا ان لوازمات وعلامات کو کون ذی ہوش تسلیم کرے گا لیکن قدیم سے ابتک بعض اپنے مخالفین کو اسی طرح کی گالیوں سے نوازتے رہتے ہیں جس سے ان کے بیان کی حیثیت کم ہوجاتی ہے علامہ اقبال لکھتے ہیں: ''(زنادقہ) میں میرے خیال کے مطابق اپنے مخالفین کی بہ نسبت زیادہ استواری اور توافق تھا، اس بات کے حامی تھے کہ ابتدائی ارواح ایک دوسرے سے علاحدہ اور مستقل وجود رکھتی ہیں۔ اس کے برعکس مجوی ان ارواح کی وحدت کے قائل تھے۔ وحدت کے علم برداروں نے زنادقہ سے مقابلہ کرنے کی مختلف طریقوں سے کوشش کی لیکن یہ واقعہ کہ وہ ابتدائی توام ارواح کی وحدت کا ظاہر کرنے کے لئے مختلف فقروں اور تعبیرات سے کام لیتے تھے، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ان کے مخالفین کی کیا قوت تھی اور یہ کہ وہ خود اپنی فلسفیانہ توجیہات سے مطمئن نہ تھے۔'' ۲۹؎

قرامطہ:

اس فرقہ کا نام موجد کے لقب قرمطہ سے ہوا، جس کا نام حمدان تھا۔ جو اپنے زہد وتقویٰ میں مشہور تھا۔ روایت ہے کہ بیل پر سواری کرتا تھا، عوام میں کرمیتہ کہلاتا تھا، جس کا

معروف قرامطہ ہوا۔ اس کو ایک اسماعلیہ داعی نے ۲۶۴ھ ۸۷۷ء میں اپنے مسلک میں داخل کیا۔ حمدان میں بے پناہ انتظامی صلاحیتیں تھیں۔ ابتداً اسماعیلیہ عقاید کی تبلیغ و اشاعت شروع کی جو بڑھ کر طاقتور سیاسی تحریک بن گئی اور اس میں شامل افراد قرامطہ کہے جانے لگے۔ حمدان کے برادر نسبتی لا بادان نے کوفہ کے نواح میں خفیہ طور پر تحریک چلائی۔ ۲۸۶ھ/ ۸۹۹ء میں خروج کیا اور یمین پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے اسماعیلیہ داعی شمالی افریقہ پہنچے، جہاں سے فاطمی تحریک ابھری، مصر فتح ہوا اور عباسی حکومت کی حریف حکومت قائم ہوئی اور عباسیوں کے لئے مسلسل خطرہ بنے رہے۔ اس طرح واضح ہے کہ قرامطہ ابتداً اسماعیلیہ مسلک کی ایک ضمنی شاخ تھے لیکن بعد میں انھوں نے الگ فرقہ کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ ۲۰؎

قرامطہ نے شمالی مشرقی عرب میں الحد میں اپنی حکومت قائم کی۔ انہوں نے ۹۰۶۔۹۰۳ء میں شام اور عراق پر حملے کیے۔ قرامطی رہنما ابو سعید الحسن الجنابی نے بحرین کو مرکز بنایا۔ اس کے بیٹے اور جانشین ابو طاہر سلیمان قرمطی نے ۹۲۳ء میں بصرہ فتح کرلیا۔ ۹۲۹ء میں قرامطہ کی ایک بڑی جماعت مکہ مکرمہ گئی۔ حاجیوں کا قتل عام کیا۔ غلاف خانہ کعبہ لوٹ لیا، خانہ کعبہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور حجر الاسود کو نکال کر اپنے ہمراہ یمن لے گئے، بائیس برس تک اس سنگ بہشتی کو اپنے قبضہ میں رکھا، حتیٰ کہ مصر کے فاطمیین کی مداخلت کے بعد واپس کیا۔ قرامطہ اپنے مخالفین کا قتل عام ان کا مال و دولت اور خون مباح جانتے تھے۔ ان کے دفاع میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے افعال خلافت بنی امیہ اور ان کے بعد خلافت عباسیہ میں اسماعیلیوں کے مسلسل قتل عام اور بہیمانہ مظالم کے ردعمل میں ہوا لیکن انھوں نے حاجیوں اور دیگر بے قصور مسلمانوں کا قتل عام کیوں کیا؟ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کیا کھلا خانہ کعبہ کی بے حرمتی کیا کھلا ہوا الحاد و کفر نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قرامطہ نے اپنا سفر اسماعیلیت کیا تھا لیکن بعد اس کے حدود سے کوسوں دور تجاوز کرگئے اور کفر و الحاد کی راہ اختیار کرلی۔ قرامطہ کے عقاید و افکار، دائرہ اسلام سے باہر ہوگئے۔ مثلاً نماز، روزہ اور حج کی مخالفت، جنسی آزادی، شراب

نوشی کی اجازت وغیرہ۔ البتہ مہدویوں کی طرح عشر (دسواں حصہ) کے قائل تھے۔ اور اہل تسنن کی طرح شوریٰ کے پابند تھے۔ بحرین میں مجلس شوریٰ قائم تھی، جو قرامطہ کے تمام مسائل ومباحث کی نگراں ورہنما تھی۔ ا ۱۴ قرامطہ کی حکومت ۳۶۶ھ/ ۹۷۷ تک قائم رہی جس کے پانچ حکمراں یکے بعد دیگرے ہوئے، بعدہٗ زوال ہوگیا۔

الباطنیہ:

اس فرقہ کا نام ایک مخصوص عقیدہ کی بناپر ہے کہ حکم ظاہر کا باطن بھی ہوتا ہے، جو عام لوگوں کی نظر سے مخفی رہتا ہے۔ حکم ظاہری اوباطنی کی اس فلسفیانہ توجیہ سے شریعت اسلامی کے اصول وضوابط پر جس انداز میں شہ پڑتی ہے، اس کا اندازہ اہل نظر کرسکتے ہیں۔ اس فلسفیانہ توجیہ کا موسس حسن بن صباح تھا، جو انتہائی الوالعزم شخصیت کا مالک تھا۔ نظام الملک طوسی کا ہم جماعت رہ چکا تھا۔ اسماعیلیہ عقاید کا پرزور مبلغ تھا۔ نزاری مسلک پر تھا۔ بنوامیہ اور بنی عباس کی حکومت میں اسماعیلیوں پر مظالم، قتل عام اور بہیمانہ حرکتوں نے دل ودماغ میں نفرت وانتقام کی آگ دہکادی تھی، جو کسی طرح بجھائے نہ بجھی اور اس نے انھیں سکون میں حساب بیباق کیا، جس سے انتہائی متنازعہ فیہ شخصیت بن گیا، لاتعداد غلط سلط باتیں منسوب ہوگئیں۔ حسن صباح کو خلفائے فاطمیین کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس نے رفتہ رفتہ اپنی قوت بڑھائی ورقزوین کے شمال میں علاقہ رودبار کے قلعہٴ الموت پر ۶/ رجب ۴۸۳ھ (۴ نومبر ۱۰۹۰ء) میں قبضہ کرلیا۔ اس تعمیر نو سے ناقابل تسخیر بنادیا۔ اپنی عسکری قوت بڑھاکر رودبار الموت کے نواحی علاقوں پر قبضہ کرلیا، تبلیغ واشاعت کے لئے دور دراز کے علاقوں میں مناسب اقدامات کیے۔ حسن صباح ۳۵ برسوں تک قلعہ الموت پر قابض رہا۔ سلجوقی حکمراں ملک شاہ (م: ۱۰۹۲ء) اس کی بڑھتی ہوئی قوت کے سدباب کی کوشش میں خود ہی ایک فدائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ سلطان سنجر نے بھی ایک بار الموت کا محاصرہ کیا لیکن ناکام رہا۔ حسن صباح نے اپنے بعد کیا بزرگ امید کو جانشین مقرر کیا۔ اس کے بعد محمد بن بزرگ، پھر حسن بن محمد بن کیابزرگ تخت پر بیٹھا۔ اس نے لامت

کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس میں امامتیں جمع ہوگئی ہیں۔ ۲۷ ر رمضان کو جشن کیا، روزے تڑوا دیئے، تمام دن عیش ونشاط اور شہوت پرستوں میں گذارا۔ ۴۲؎ اس کے بعد کئی حکمراں ہوئے حتیٰ کہ شوال ۶۵۴ھ اکتوبر ۱۲۵۶ء میں تاتاریوں نے قلعہ کا استیصال کیا اور باطنیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ ۴۳؎

الباطنیہ کی ابتدا اسماعیلیہ مسلک سے ہوئی بعد میں انھوں نے اپنے عقاید وافکار کے اعتبار سے قرامطہ کی طرح الگ مسلک بنالیا اور رفتہ رفتہ ایک الگ فرقہ کی حیثیت حاصل کرلی۔ حسن صباح خود کو اسماعیلیوں کا ساتواں امام اسمٰعیل بتاتا تھا، جنھوں نے دوبارہ ظہور کیا ہے۔ باطنیہ خدا کو معریٰ و معطل مانتے تھے۔ ذات وصفات کے معاملہ میں اسماعیلیہ کے برعکس جو جملہ صفات کو عین ذات مانتے تھے، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی صفت سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ اگر اس میں صفات ہوں تو مخلوق کی طرح ہوجائے گا، جس پر تشبیہ لازم آئے گی۔ اس کی جانب منسوب صفات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ صفات مخلوق کو عطا کیں۔ وہ ان معنوں میں قادر نہیں کہ خود قدرت رکھتا ہے بلکہ وہ دوسروں کو قدرت عطا کرتا ہے۔ اس لیے باطنیہ ہر صفت کے ساتھ نفی صیغہ استعمال کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو نور کی بجائے لانور اور حی کی بجائے لاحی کہتے۔ ہر حکم ظاہری کے ایک باطن قرار دینے کی بنا پر ہر قسم کے تصرت کی آزادی حاصل کرلیتے کہ وہ تو ظاہری حکم ہے، باطنی حکم تو دوسرا ہی ہے۔ اس طرح داعی اپنے پیروؤں کو بے تکلیف خلاف شرع احکامات صادر کرتا، جس کو وہ اندیشہ عاقبت کے پیش نظر بخوشی سر انجام دیتے۔ باطنیہ تنظیم کے تین زمرے تھے۔ داعی، رفیق اور فدائی۔ داعی دعوت دین کے فرائض انجام دیتا، رفیق داعی کا معین ومددگار ہوتا، فدائی انتہا پسند عسکری تنظیم تھی جو قضائے مبرم کے مانند اٹل تھی۔ فدائیوں کے ہاتھوں تقریباً ڈیڑھ سو برسوں کے دوران اہل تسنن کے لاتعداد فقہا، علماء، فضلاء، امراء، وزراحتیٰ کہ سپہ سالار، سلاطین اور خلفاء بھی قتل ہوئے۔ اس بنا پر اہل تسنن میں فرقہ باطنیہ کی سب سے زیادہ مخالفت ہے۔ ۴۴؎

مذکورہ بالا فرقوں او مسلکوں کی انفرادی خصوصیات ہیں، جن کا اجمالی تعارف گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا لیکن ان کے متعلق زیادہ تر مستشرقین اور بعض ہندوستانی مسلمان مصنفین کا عجیب وغریب رویہ رہتا ہے جو سب کو ایک ساتھ ملاحدہ، زنادقہ، قرامطہ، باطنیہ (اور کبھی کبھی شیعہ بھی) کہہ دیتے ہیں۔ گویا وہ ان سب کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

حوالے:

۱۔ابن خلدون: مقدمہ ص ۳۸۴

۲۔ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۱۱۶۔۱۰۸

۳۔سعید اکبرآبادی، مسلمانوں کا عروج وزوال ۴۰ (دہلی ۱۹۴۷ء)

۴۔ابن ماجہ ص ۳۶۷ الترمذی ج وص ۳۶، ابن مادود (ج ۲ ص ۴۲۲)

۵۔الترمذی ج ۲ ص ۳۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۰

۶۔الترمذی ج ۲ ص ۳۶، ابوداؤد، ج ۱۳ ص ۱۷۸، مجلسی بحار الانوار ج ۱۳ ص ۱۵۹

۷۔ابن ماجہ ص ۳۶۷، اردبیلی۔کشف الغمہ ج ۳ ص ۶۳۔۳۶۲

۸۔الترمذی: ج ۲ ص ۶۳، ابن بولہ: ص ۲۳۔اور ۵۲۵

۹۔الترمذی ج ۲ ص ۳۷، المفید: الارشاد ص ۳۳۲

۱۰۔قزوینی: آثار البلاد

۱۱۔ابن الاثیر: تاریخ الکامل

۱۲۔البیرونی: الآثار الباقہ

۱۳۔عوفی: جوامع الحکایات

۱۴۔سید ولی سکندرآبادی: سوانح مہدی موعود ج ۱ ص ۴۷۔اور ۶ (حیدرآباد ۱۹۳۱ء)

۱۵۔سید ولی سکندرآبادی: سوانح مہدی موعود ج ۱ ص ۴۷۔اور ۶ (حیدرآباد ۱۹۳۱ء)

۱۶۔سید خدابخش رشدی: بوستان ولایت ص ۲۲۲ (حیدرآباد ۱۹۵۶)

۱۷۔عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ص ۶۷۔ اور ۲۶۷ (ترجمہ محمود احمد فاروقی)

۱۸۔عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ص ۲۷۔ اور ۲۳ (ترجمہ محمود احمد فاروقی)

Encyclopaedia Bri Fannica Micropaedia Vol 1p 797-۱۹

۲۰۔خلافت وملوکیت ص ۱۹۹

۲۱۔عبدالقاہر بغدادی: الفرق بین الفرق ص ۶۷۔ ۵۵۔ ۸۳۔ ۸۲، ۱۹۹۹۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴، الشہر ستانی: کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۱۰۰ و ۸۷ الاشعری: مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۹۰ و ۱۵۶ (لندن) المسعودی: مروج الذہب ج ۲ ص ۱۹۱

۲۲۔کتاب الملل والنحل۔ ج ۱ ص ۱۰۴

۲۳۔ ابن حزم: الفصل فی الملل النحل ج ۴ ص ۲۰۴ (مصر ۱۸۹۹ء)

۲۴۔ابوبکر الجصاص: احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰

۲۵۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۹۹ (لاہور ۱۹۷۵ء)

۲۶۔ایضاً ج ۱۵ ص ۳۰۰

۲۷۔خلافت وملوکیت ص ۲۰۳

۲۸۔محمد اقبال: فلسفہ عجم ص ۵۷

۲۹۔الفرق بین الفرق ص ۳۹۔ ۱۳۸

۳۰۔الاشعری: مقالات الاسلامیین ج ۲ ص ۱۲۴

۳۱۔الملل والنحل ج ۱ ص ۵۱

۳۲۔مروج الذہب ج ۲ ص ۱۹۱

۳۳۔ الملل والنحل ج ۱ ص ۶۳

۳۴۔مروج الذہب ۲ ص ۱۹۱